اژدہا اور چوہا!

صاحب کے چہرے پر گہری پریشانی کے نشان تھے۔ برسوں سے تعلق ہے۔ اس لیے فوری طور پر بھانپ گیا کہ کوئی گھمبیر مسئلہ ہے۔ کیونکہ صاحب اور پریشانی، دو متضاد چیزیں ہیں۔ سلیپنگ سوٹ کے اوپر بیش قیمت گاؤن پہن رکھا تھا۔ ہاتھ میں اس بار سگار نہیں تھا۔ پتھر کی سفید میز پر، قیمتی کانچ کا گلاس موجود تھا۔ مشروبِ مغرب کو آہستہ آہستہ پی رہے تھے۔ ان کا پالتو بڑا سانپ نزدیک ہی کنڈلی مار کر گہری نیند سویا ہوا تھا۔ لیمپ کی روشنی میں، اس کی دھاریں حد درجہ نمایاں نظر آ رہی تھیں۔ یہ کوئی رات ایک بجے کا وقت تھا۔ صاحب، تین دنوں سے لاہور آئے ہوئے تھے۔ اور ہر ایک سے ملنے سے انکار کر چکے تھے۔ کبھی بھی انہیں اتنا سنجیدہ نہیں دیکھا تھا۔ بڑی حیرت کی بات تھی۔ میرے لئے کافی منگوائی جو میں پی نہیں سکا کیونکہ پھر رات کو نیند آنا مشکل ہو جاتی ہے۔ معمولی سی گفتگو کے بعد بتانے لگے کہ وہ تین اہم ترین ممالک سے ہو کر پاکستان آئے ہیں۔ اور یہاں اپنی جائیداد بیچنا چاہتے ہیں۔ حیرت ہوئی۔ کیونکہ ان کا فارم ہاؤس تو شاید شہر کا سب سے نایاب محل ہے۔ اور اس طرح کی قیمتی جائیداد کا گاہک ملنا ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہے۔ پھر قیمتی پرندے، شیر، چیتے، سانپ، ان سب کا کیا ہوگا۔ ڈاکٹر، کیا مشورہ ہے؟ میں نے کیا مشورہ دینا تھا، فیصلہ تو کر چکے تھے لہٰذا اب کیا بات کرنی۔ مگر کیوں؟ آپ اتنی نایاب جائیداد کیوں بیچنا چاہتے ہیں۔ یہاں آپ کو کوئی مسئلہ بھی نہیں ہے۔ اہم ترین لوگ، ملاقات کے لیے ترستے ہیں۔ بولنے لگے۔ چند ماہ پہلے وسطی امریکہ کے ملک وینزویلا میں تھا۔ ان کے صدر کو جب گرفتار کر کے نیویارک لے جایا گیا تو اس سے چھ گھنٹے پہلے اطلاع ہو چکی تھی کہ یہاں ایک بہت بڑی گرفتاری ہونے والی ہے اور پھر مرضی کے لوگ، حکومت میں آ جائیں گے۔ یہی سمجھ کر میں اس ڈرامائی گرفتاری کو قریب سے دیکھ رہا تھا۔ مگر کوئی افسوس نہیں ہوا۔ کیونکہ وہاں کا صدر، خوفناک حد تک کرپشن اور منشیات میں ملوث تھا۔ اور عام لوگ اسے اتارنے سے قاصر تھے۔ ہاتھ میں آئینی ڈنڈا صدر کے پاس تھا۔ وہ خوف کے ذریعے بلاشرکت غیرے حکومت کر رہا تھا۔ اگر امریکہ اسے گرفتار نہ کرتا تو دس بارہ برس تو یہی اپنے ملک کا بادشاہ تھا۔ اور اس کے بعد اس کا کوئی زرخرید ملازم، صدر بن جاتا۔ مگر ہمارا وینزویلا سے کیا تعلق؟ ہم تو اس سے ہزاروں میل دور ایشیا کی ایک نکر میں بیٹھے ہیں۔ جس وقت امریکیوں نے نکولس مادورو کو گرفتار کیا، اس وقت وینزویلا کے معاملات ہمارے ملک سے کافی بہتر تھے۔ میں چپ ہو گیا۔ آپ اتنے پریشان کیوں ہیں؟ ہمارا ملک تو بالکل ٹھیک چل رہا ہے۔ مسائل تو ہیں مگر کون سا ایسا ملک ہے جہاں مسئلے نہ ہوں۔ گہری سانس لے کر صاحب نے کہا۔ بالکل ٹھیک کہا۔ ہر ریاست میں کچھ نہ کچھ دقتیں ضرور ہوتی ہیں۔ مگر انہیں حل کر لیا جاتا ہے۔ یا کوشش کی جاتی ہے۔ مگر اس ملک میں مسائل پیدا کیے جا رہے ہیں اور بھرپور محنت ہو رہی ہے کہ وہ بڑھتے جائیں اور کبھی بھی حل نہ ہوں۔

تعجب ہوا کہ صاحب کیا فرما رہے ہیں۔ ڈاکٹر ذرا بتاؤ کہ ملک کی معیشت کیوں نہیں چل رہا؟ چند توجیہات پیش کیں تو کہنے لگے نہیں، اس موضوع پر ذرا بعد میں بات کرتے ہیں۔ ایک مرکزی وزیر، جو ''دخترِ رز'' کے بغیر سانس نہیں لے سکتے، ان سے کہلوایا گیا کہ معیشت کو ٹھیک کرنے والا وزیر، ہر وقت ''عالم بے خبری'' میں ہوتا ہے۔ اور اپنے ہوش و حواس سے باہر ہوتا ہے۔ یہ تو میڈیا پر آ چکا ہے۔ اس میں کیا نئی بات ہے۔ ڈاکٹر! حقیقت میں دونوں ''بڑے'' ایک ہی شخص سے گرم پانی منگواتے ہیں۔ اور آج تک پیسے نہیں دیئے۔ اس بدنام انسان کو ہر بڑے گھر اہمیت ملتی ہے۔ تو ذرا سوچو ایک ہی تھالی میں چوری کھانے والے طوطے، ایک دوسرے پر الزامات کیوں لگا رہے ہیں؟ ہاں، یہ درست ہے کہ دونوں کا قبلہ مختلف ہے۔ ایک سیاسی پہلوان کا پٹھا ہے اور دوسرا خاک سے ابھرا ہوا ہے؟ پھر کس بات کی چپقلش ہے۔ دراصل اوپر والی سطح پر معاملات بہت نازک ہو چکے ہیں۔ بگڑنے کا لفظ استعمال نہیں کر رہا۔ اصل جھگڑا منافع کی تقسیم کا ہو سکتا ہے؟ پیسے کو ایک ملک سے محفوظ جگہ پر لے جانا تو میرا کاروبار ہے۔ مجھے تو اس میں ہی دس فیصد کمیشن ملتا ہے۔ مگر سوچنے کی بات ہے کہ پورے ملک میں تمام سیاسی اور غیر سیاسی رہنما، جس بھاری مقدار میں پیسے باہر بھجوا رہے ہیں، وہ دنیا کے کسی ملک میں نہیں ہو رہا۔ آئرلینڈ، لندن، امریکہ، آسٹریلیا اور دیگر ممالک میں جائیدادیں جس تیزی سے خریدی جا رہی ہیں، وہاں کی حکومتیں پریشان ہو چکی ہیں۔ کیونکہ ڈالر اور پاؤنڈ ان کے پاس آ رہے ہیں اس لئے وہ خاموش ہیں۔ کرپشن کا پیسہ اتنا زیادہ ہے کہ دس ملین پاؤنڈ کی جائیداد پندرہ ملین پاؤنڈ میں خریدی جا رہی ہے۔ ان ممالک کے رئیل اسٹیٹ سے منسلک افراد بھی خوب کمیشن لے رہے ہیں۔ اس ملک کے جعلی امراء انہیں دوسرے خریداروں سے زیادہ کمیشن دیتے ہیں۔ عام آدمی کو تو علم ہی نہیں کہ اصل میں کیا ہو رہا ہے اور کون، کس کس طرح کے گل کھلا رہا ہے۔ ڈاکٹر! تمہارا ملک عملی طور پر دیوالیہ کے مرحلے سے بھی آگے جا چکا ہے۔ قیامت یہ ہے کہ اب کوئی فرشتہ بھی حکومت میں آ جائے تو معاملات کو درست نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اب معاملہ بگڑا ہوا نہیں ہے، بلکہ بگاڑ ہی بذات خود معاملہ بن چکا ہے۔ لہٰذا واپسی یا سدھار کی کوئی صورت نہیں ہے۔ میں نے طویل بات سن کر کہا کہ صاحب آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ آپ گھبرا کر بات کر رہے ہیں۔ مسائل ضرور ہیں مگر جس تناسب سے بیان کر رہے ہیں، وہ مناسب نہیں۔ صاحب کے چہرے پر مزید سنجیدگی آ گئی۔ ماتھے کی درمیان والی رگ نمایاں ہو گئی۔ ڈاکٹر! تمہیں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔ میں تو کم بتا رہا ہوں۔ اس وقت ہائبرڈ نظام نہیں ہے۔ بلکہ سرمایہ کی شراکت داری پر اتفاق رائے سے معاملہ چل رہا ہے۔ جہاں کہیں بھی، کوئی بھی فریق، تھوڑی سی بھی انیس بیس کرتا ہے۔ تو اشارے کنایہ میں کوئی درفتنی چھوڑ دی جاتی ہے۔ پورا سوشل میڈیا دیوانوں کی طرح اس پر لاحاصل بحث شروع کر دیتا ہے۔ کچھ دنوں میں جب ایک فریق، درست سمت میں چلنا شروع کر دیتا ہے تو سب کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کا بھول کر بھی ذکر نہیں کیا جاتا۔ نہیں نہیں صاحب! آپ شاید درست نہیں کہہ رہے، ہمارے قائدین حد درجہ محبِّ وطن اور بھلے لوگ ہیں۔ ملک کو بہتر کرنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں۔ دو چار ہوں گے، جو پٹڑی سے اتر گئے ہیں۔ مگر باقی معاملات ٹھیک ہی چل رہے ہیں۔

صاحب مسکرائے اور اپنے فرانسیسی گلاس سے چسکیاں لگانے لگ گئے۔ دراصل معلومات کا ہونا، انسان کے لیے عذاب بن جاتا ہے۔ ابھی ایک صوبائی وزیر کی کرپشن کے متعلق میڈیا میں کھل کر بات ہو رہی ہے۔ ہر وی لاگر اس کے لتے لے رہا ہے۔ مگر وہ تو گزشتہ پانچ چھ برس میں کھربوں روپے کا مال غنیمت وصول شدہ ہے۔ پھر مغربی ملک میں ایک گھر خریدنے پر اتنا شور کیوں؟ میں نے تسلی سے جواب دیا کہ صاحب! سوشل میڈیا تو افواہ سازی کا گڑھ ہے۔ اکثر اوقات وہ خود ہی خبر گھڑتے ہیں اور پھر اس پر تبصرے در تبصرے شروع ہو جاتے ہیں۔ صاحب نے سگار منگوایا۔ ایک انگریز ملازم بڑے ادب سے قیمتی سگار لایا۔ صاحب نے اہتمام سے اسے پینا شروع کر دیا۔ اصل میں یہاں کے اہم ترین لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ وہ دوسروں کے دھندوں کی فائلیں بنا رہے ہیں۔ مگر بین الاقوامی اسٹیبلشمنٹ ان کے ادنیٰ کارنامے محفوظ کرتی جا رہی ہے۔ کوئی چیز بھی چھپی نہیں ہے۔ صاحب ترنگ میں تھے۔ کہنے لگے، کہ ڈاکٹر ہو سکتا ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مگر آئی پی پی تو جید وزیراعظم نے خود حکم دے کر کروائے تھے۔ سارا خزانہ تو آئی پی پی کے مالکان کی جیب میں جا رہا ہے۔ ملک غربت اور افلاس کی پاتال میں غرق ہو چکا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تمہارے موجودہ حکمران، ان معاہدوں کو منسوخ نہیں کر رہے؟ میرے پاس واقعی اس سوال کا جواب نہیں تھا۔ صاحب کہنے لگے مجھے ایک ایک بندے کا علم ہے کہ وہ کس طرح، اس گنگا میں ناجائز طور پر نہا رہا ہے۔ اور تمہارے حکمرانوں کو بھی بخوبی علم ہے۔ پھر ملک کو کیوں ڈبویا جا رہا ہے۔ یہ معاہدے تو ایک منٹ میں ختم کئے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا ملک کو کیوں ختم کیا جا رہا ہے؟

میں اس سوال کا جواب جانتے ہوئے بھی خاموش رہا۔ صاحب کو کہا کہ ان پالیسیوں میں بین الاقوامی گارنٹیاں شامل ہیں۔ شاید اس لیے انہیں بدلا نہیں جا سکتا۔ صاحب نے قہقہہ لگایا، تالی بجائی اور انگریز ملازم کو کچھ اشارہ کیا۔ دو چار منٹ بعد وہ دستانے پہن کر واپس دوبارہ آیا۔ تو اس کے ہاتھ میں ایک چوہا تھا۔ ملازم نے آنکھیں بند کر کے سوئے ہوئے اژدہے کے سامنے چوہا چھوڑ دیا۔ اس سے پہلے کہ جانور بھاگ سکتا، اژدہے نے آنکھ کھولی اور حد درجہ پھرتی سے چوہے کو نگل لیا۔ چوہا بے چارہ آواز نکالے بغیر، اس کے شکم کی غذا بن گیا۔ کافی کراہت والا نظارہ تھا۔ رات بہت ہو چکی تھی۔ صاحب سے اجازت لی۔ جب گاڑی تک آیا تو ذہن میں متضاد خیالات، طوفانی گردش کر رہے تھے۔ خاموشی سے واپس آ گیا۔ کیونکہ کسی بات کا جواب نہیں تھا!